مہر النساء بیگم

مصنفہ

منشی احمد حسین خاں صاحب بی-اے

جس میں

شہنشاہ نور الدین جہانگیر اور نور جہاں بیگم کے تاریخی عشق و محبت کے قصے

بڑی خوبصورتی سے درج ہے۔

بار سوم ۱۹۰۹ء میں

[illegible]

قیمت ۲/

جہانگیر: لگ جا گلے سے تاب اب اے نازنیں نہیں
ہے ہے خدا کے واسطے کر نہیں نہیں"

مہرالنسا: "ہائے اللہ میں کیا کروں؟"

جہانگیر: "یہی کہ گلے سے لگ جاؤ"

مہرالنسا: "ہائے اللہ میں تو کبھی کی مری"

جہانگیر: "تمہارے دشمن کبھی گلے نہ ملیں کیوں بدفال زبان سے نکالتی ہو۔ انشاءاللہ تم میری بزم عشرت کی شمع بن کر رہو گی۔

مہرالنسا: "نہیں۔ حضور مجھے جانے دیجئے مجھے دیر ہوتی ہے"

جہانگیر: جھڑکی سہی۔ ادا سہی۔ چین جبیں سہی۔
سب کچھ سہی۔ پر ایک نہیں کی نہیں سہی۔

مہرالنسا: "مجھے خبر ہوتی تو آج میں مینا بازار نہ آتی"

جہانگیر: "کیسے نہ آتیں؟ ہمارا جذبہ الفت تم کو لاتا"

مہرالنسا: "حضور! پھر آپ چاہتے کیا ہیں؟"

جہانگیر: "بس یہی کہ گلے سے لگ جاؤ"

مہرالنسا: "یہ تو ہرگز نہ ہوگا۔ جان جائے پر آبرو نہ جائے۔

جہانگیر: "دیکھو عاشق کو نہ ترساؤ"

مہرالنسا: صاحب عالم۔ آپ زبان سنبھال کر بولیں"
عشق کا حال جو ہوا جانیں
ہم بہو بیٹیاں یہ کیا جانیں"

جہانگیر: دیکھو دل مجنوں کا ستانا اچھا نہیں ہوتا ہے
لگ جائیگا کہیں کسی عاشق کی گر دعا
مر جاؤ گی جوان۔ اگر بد دعا لگی

مہرالنسا: جتنا چاہو کوسو ہمارا کیا بگڑتا ہے"

جہانگیر: میری کیا مجال ہے جو میں عرض بدعا منظور ہے؟

مہرالنساء: شہزادہ صاحب! چھوڑ دیجئے اور دور سے بات کیجئے

جہانگیر: اللہ اکبر! اس قدر نفرت ہے؟

مہرالنساء: نفرت کی بات نہیں۔ میں بدنامی سے ڈرتی ہوں۔

جہانگیر: خدا گواہ ہے میری کچھ بدنیتی نہیں ہے پھر بدنامی کیسی؟

مہرالنساء: بدنیت نہ سہی۔ پھر بھی ہمارے مذہب میں نامحرم سے اس طرح کھل کھل کر باتیں کرنی بڑے درجہ کی بےحیائی ہے؟

جہانگیر: میں نامحرم نہیں۔ تمہارا شہزادہ ہوں۔

مہرالنساء: شہزادے اور بادشاہ رعیت کو بیٹا بیٹی تصور کرتے ہیں۔

جہانگیر: مہرالنساء! تو نہیں جانتی کہ تو کیا کہہ رہی ہے بخدا اس وقت تیری گفتگو میرے دل پر بجلی کا کام کر رہی ہے۔

مہرالنساء: میرے اللہ میں کہاں آ گئی؟ حضور! مجھے جانے دیں۔

جہانگیر: میں تمہیں کچھ نہیں کہتا صرف تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ جاؤ۔

مہرالنساء: حضور! یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ گستاخی معاف۔

جہانگیر: تو میں حشر تک دامن نہ چھوڑوں گا!

مہرالنساء: حضور عالی! میری آپ کی کچھ نسبت نہیں۔ آپ بادشاہزادہ ہیں میں آپ کی لونڈیوں کی بھی برابری نہیں کر سکتی۔

جہانگیر: تم اور لونڈی۔ چہ خوش۔ تم میری مالک ہو میری زندگی تم ہی سے ہے

بلبل کی زندگی ہے گل و گلزار دیکھنا
میری زندگی ہے تیرا دیدار دیکھنا

مہرالنساء: میں تو عرض کر چکی کہ حضور کا خیال خام ہے۔

جہانگیر: تمہارا کیا بگڑ جائیگا اگر تھوڑی دیر کیلئے ہمارا دل خوش کر دو گی

مہرالنساء: وہ کس طرح؟

جہانگیر: نہیں یار مرزا! آپ تو معاملہ فہم ہیں سب وہ دن گئے۔ جب
طفیل جان فاختہ اڑاتے تھے اب کے ایسے نازنین کا تیر نگاہ دل
میں ترازو ہوا ہے جو علاوہ حسن و جمال میں بے نظیر ہونے کے عصمت و
عفت کے زیور سے بھی آراستہ پیراستہ ہے۔

مرزا محمود: جی کیوں مجھے چٹکیوں میں اڑاتے ہو اسد عصمت چاہے
سر سکندر ہی کیوں نہ ہو آپ جیسے بادشاہ ذی حشمت کے آگے پر مار
سکتا ہے۔

جہانگیر: مذاق کا یہ موقع نہیں ہے۔

چھیڑا ہے نگہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں۔

مرزا محمود: اب ظرافت کو ترک کرو اور اصل حال بتاؤ کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

جہانگیر: خرم سے نام نہیں لیتے کہ سن لے نہ کوئی۔
دل ہی دل میں تمہیں ہم یاد کیا کرتے ہیں۔

مرزا محمود: کیا پہیلیاں بجھواتے ہو؟

جہانگیر: سنیے صاحب! اصل معاملہ یہ ہے کہ چند روز سے مرزا غیاث کی دختر بلند
اختر مہرالنساء بیگم کا شیدا و فریفتہ ہوں۔ اب کی وقت اس نازنین کی
آتش عشق اس طرح پر میرے دل میں مشتعل ہوئی ہے کہ مجھے سر سے
پاؤں تک پھونک دیا ہے۔

مرزا محمود: یہ کونسی بڑی بات ہے مشاطہ کو بلوا کے اور سبز باغ دکھا دیجیے

جہانگیر: نہیں صاحب یہاں کٹنیوں کے چلتر نہیں چلیں گے وہ صاحب عصمت
و حیا ہے۔

مرزا محمود: ایسی بہت سی شرم و حیا والیاں دیکھی بھالی ہیں وہ بیچاری
کس شمار و قطار میں ہے مگر پہلے یہ تو بتائیے کہ آپ سے کس طرح دوچار ہوئی

اور ظاہر کی کہ جہانگیر شہزادہ الف بیگم و شہزادی علیا شمس کے عشق میں تو اپنا دو حرف تک کی رنگ دیا
بچا ہوا بھی وزیروں کی طرح باوجود بغاوت پر آمادہ ہے۔ رفتہ رفتہ یہ شکایت اکبر تک
پہنچی۔ سلطنت کو بہت افسوس ہوا اور ابوالفضل کو خلوت میں بلا کر کہا کہ تم ابھی
جاؤ اور اس نا شدنی کو سمجھاؤ۔ ابوالفضل نے عرض کی کہ شہزادہ جات سمجھ
جا سکنے میں کچھ عذر نہیں مگر شہزادہ کی طبیعت سے ڈر لگتا ہے مجھے بھی
امید نہیں کہ وہ راست پر آویں۔ آجکل ان کا بڑا یار محمود مرزا ہے یہ شخص حیث شہزادہ
شہزادہ پر چھایا ہے۔ شاہی بہادر کمال ہوا اس پر سے دب کے کہ اکبر اول سے شہزادہ
اسی شخص کی بابت سنتا ہے میری رائے ناقص میں اس شخص کو یہاں نکال
اور کچھ دم دلاسا ہی دیں امید ہے کہ اس کے ذریعے سے شہزادہ راہ
راست پر آ جائیگا اور اس خیال خام سے درگذر کریگا بادشاہ نے کہا نہیں
ہوں تم براہ راست جاؤ اور ہماری طرف سے قرار واقعی زجر و توبیخ کرو اگر باز
نہ آئے تو ہم کو جواب دو ہم کوئی اور سبیل نکالیں گے۔

ابوالفضل نے طوعاً و کرہاً بادشاہ کے فرمان کو قبول کیا اور شہزادہ
کو پہنچنے کی اطلاع کی جہانگیر رات کی کثرت شراب نوشی کے باعث
مخمور تھا جس وقت ابوالفضل کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اور بھی برہم
ہوا اور ترش رو ہو کر کہا کہ "آنے دو"

جہانگیر۔ اس شخص سے مجھے سخت نفرت ہے

مرزا محمود۔ واقعی کشتنی سوختنی اور گردن زدنی ہے۔

جہانگیر۔ جب یہ بیہودہ نصیحت کا دفتر لے کر آ موجود ہوتا ہے اور ناحق
مغز چاٹ چٹ جاتا ہے نہیں جانتا ہے کہ ؎

جو دل قمار خانہ میں بت سے لگا چکے ؛ وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

مرزا محمود۔ آپ ہی یک جھک اٹھ جائیگا"

جہانگیر۔ میرا ارادہ ہے آج مردود کو خوب جھاڑ جھپاڑ دوں"

جہانگیر:- وزیر صاحب! آپنے عشق کی نمود حقیقی اور جلیل شان سے ابھی تک واقف نہیں
لیکن اس لئے باتیں بناتے ہیں پس مشہور است کہ تو او نداند ... بیچارے
دائرے ناقص ہیں لاکھ شہنشاہیاں اور کروڑ پریاں مہرالنسا کی جوتی پر
سے قربان کرنی چاہئیں۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ابوالفضل:- میرے خیال میں آپ کو ایک عورت کے لیے اس قدر پریشان
نہیں ہونا چاہیے آپ کو اپنی نفسانی خواہشوں پر غالب آنا چاہیے

جہانگیر:- مجھکو آپ کی نصیحت بالکل نہیں بھاتی کیا آپ نے نہیں سنا؟
ع نصیحت صیقلِ زنگارِ عشق است"

ابوالفضل:- یہ تو بری بات ہے حضور کو والدین کی اطاعت لازم ہے بادشاہ
سلامت حضور کی اس ناشائستہ حرکت سے سخت ناراض ہیں"

جہانگیر:- مہرالنسا کے بغیر میری آنکھوں میں عالم تاریک نظر آتا ہے مجھے
کسی کی خوشی یا ناراضگی کی ذرا بھی پرواہ نہیں"

ابوالفضل:- حضور بچوں کی طرح ضد نہیں کرتے ہیں"

جہانگیر:- نہیں وزیر صاحب! البتہ آپ اس طرح باتیں کرتے ہیں جیسے کوئی
بڈھا سٹھیا جاتا ہے"

ابوالفضل:- حضور مجھ پر ناراض نہ ہوں جیسا جہاں پناہ نے ارشاد کیا میں
نے آکر عرض کر دی ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس

جہانگیر:- پھر آپکا پیغام ختم ہوا یا ابھی کچھ باقی ہے؟"

ابوالفضل:- بادشاہ سلامت نے مجھ سے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کسی قسم کی بے
اعتدالیاں وقوع میں آئیں تو بہتر نہ ہوگا"

جہانگیر:- کیا مجھے ولیعہدی کے عہدے سے معزول کر دینگے نئے سلطنت

جو نہیں آتا ہو کہ ڈالتے ہو۔ سچ ہے ۔

کہ بدنام کند اہل خرد را غلط است — بلکہ بہتر بود از صحبت نادان بدنام

جہانگیر۔ مرزا یہ تم سچ کہتے ہو ان کمبختوں میں مجھے سر پا کا ہوش نہیں رہا واقعی یہ شراب خانہ خراب ہے آج سے ہم نے توبہ کی۔

مرزا محمود۔ جناب عالی! ایسی خراب چیز کی مذمت نہ کیجئے یہ جوہر روح ہے۔

کہنہ ہر چند شود بیشترش میخواہند
دختر تاک عجب بخت جوانی دارد

جہانگیر۔ واللہ! مہرالنسا جیسی حسین عورت میں نے تمام عمر میں کبھی نہیں دیکھی ایک حور ملک فرشتہ نور ہے۔

مرزا محمود۔ خیر جانی کہاں ہے؟

جہانگیر۔ میرا ارادہ نکاح کا ہے؟

مرزا محمود۔ یہ سراسر حماقت ہے خدا نے ایک سے ایک بہتر پیدا کیا ہے آج اس پر ریجھے ہو کل کوئی اس سے بہتر دیکھو گے تو اس پر ریجھ جاؤ گے پھر کس کس کو بیاہو گے شادی واوی کا نام نہ لو اور اپنے مطلب سے کام رکھو

جہانگیر۔ تمہارا خیال غلط ہے مہرالنسا سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں وہ ہم پایہ ہی ایسی ہم نے تو جب سے اس کو دیکھا ہے یہ شعر ورد زبان ہے

حور یا نکہت ہو تو اے شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہوا دوست شناسا تیرا

مرزا محمود۔ خدا خیر کرے آپ کے منہ سے یہ خلاف عادت کلمے نکل رہے ہیں

جہانگیر۔ وہ آگے تھے اور جہانگیر تھا اب کچھ اور ہو گیا ہوں کایا پلٹ گئی ہے اب میں وہ نہیں جسے تم عیاش کے نام سے پکار سکو اب میں سچا عاشق مہرالنسا کا ہوں اگر مہرالنسا مجھے مل گئی تو خیر ورنہ میں ایک بیٹی وزیر گوشہ سلطنت چھوڑ کر ابراہیم ادہم کی طرح جنگل و بیابان میں

اکبر۔ ہاں سنا تھا ایک سوداگر نے اس کو رحم کھا کر اٹھا لیا اور پرورش
کی۔ اب دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے۔

اکبر۔ مرزا غیاث بیشک میں آپ سے شرمندہ ہوں جہانگیر کی یہ حرکت
مجھے سخت ناگوار گذری ہے۔

ابوالفضل۔ مجھے اعلیٰحضرت اب آئندہ یہ صلاح ہے کہ مہرالنسا کی کہیں جلد
شادی کر دو۔ چند روز جہانگیر کی آنکھوں سے الگ رکھو۔

اکبر۔ اس سے بہتر اور کوئی مشورہ نہیں۔

مرزا غیاث۔ جو حضور کی مرضی۔ وہی غلام کی بھی۔ ع در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

اکبر۔ ہماری رائے میں تو علی قلی خان آپ کی دامادی کے لائق ہے جیسا
لائق اور بہادر ہے ویسا ہی صورت کا وجیہہ ہے۔ ہمارا ارادہ ہے
کہ اسے کسی معزز عہدہ پر ممتاز کریں۔

ابوالفضل۔ اس کام میں جس قدر جلدی ہو اسی قدر بہتر ہے۔ جہانگیر آجکل
سیماب وار بیقرار ہے۔

اکبر۔ جلد کیا معنے ابھی ایک گھنٹہ کے اندر نکاح ہو جاوے اور ہم خود بنفس
نفیس معہ جملہ اعیان سلطنت شریک محفل ہونگے۔

ابوالفضل۔ آپ کی ذات سے یہی توقع ہے۔

مرزا غیاث۔ بدیں مژدہ گر جاں فشانم رواست
کہ ایں مژدہ آسائش جان ماست

اکبر۔ شیخ صاحب اس وقت پروانہ جاری کر دیجئے ہم نے علی قلی خان کو ڈھاکہ
کا صوبہ دار مقرر کیا۔

ابوالفضل۔ بہت خوب۔

حکم کی دیر تھی فوراً شہر میں آئینہ بندی کا حکم ہو گیا علی قلی خان خانخاناں
کا دوست تھا علاوہ بریں اب خود بھی معزز عہدہ پر ممتاز کیا گیا تھا بڑے دھڑلے سے

عجیب جسم کا نظر آیا یعنی آنکھیں کہاں سے پانی کے خوف سے بھرا ہوا تھا اور ہر جگہ سے
چھیلوں کے افغان کے سر نیزے پر تھے ایک ابو الفضل کا دوسرا اس کے
گو کہ قطب الدین کا تیسرا علی قلی خاں کا اور چوتھا مرزا محمود کا جہانگیر ان سروں
کو دیکھ کر متعجب ہو رہا تھا کہ چاروں سر کھل کھلا کر ہنس پڑے اور پکار پکار کر کہنے
لگے خونی آیا خونی آیا جہانگیر قریب تھا کہ مارے وحشت کے وہاں سے بھاگے
کہ اتنے میں ایک تخت آسمان اور زمین کے درمیان لٹکا اور اس پر مہرالنسا جلوہ
افروز تھی مہرالنسا کو دیکھ کر جہانگیر نے بے اختیار شور مچایا اور کہا کہ اے پیاری تو
تو لطف اڑا رہی ہے اور ہم تیری الفت میں جنگل و بیابان میں خاک چھان رہے ہیں

سے اس طرف بھی تجھے لازم ہے نگاہ بھی کرنا ۔ واہ یہ دم غلط غلط نہیں کچھ بھی کرنا

مہرالنسا نے کہا کہ اے جہانگیر کیا دیوانہ ہو گیا ہے جو شکایت کرتا ہے کیا تو نہیں
جانتا ہر کام کے لئے وقت مقرر ہے جہانگیر نے کہا کہ ہاں یہ سچ ہے مگر عاشق کو
صبر نہیں ہوتا ہے

قرار در کف آزادگان نگیرد مال
نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

مہرالنسا نے کہا کہ اگر ایسا ہی بے قرار ہے تو اس خون کے تالاب میں غوطہ لگا
بے شک آ جائیگا یہ سن کر جہانگیر کی باچھیں کھل گئیں اور دیوانہ وار آنکھیں بند کر کے
اس تالاب میں غوطہ مارا مگر جب آنکھ کھلی تو نہ وہ تالاب تھا نہ جنگل نہ مہرالنسا
اپنے محل میں بستر پر دراز تھا - اور ایک خواجہ سرا یوں دبا رہا تھا کہ شہزادہ
اٹھو آفتاب سر پر آیا جہانگیر نے کہا اللہ غنی

سے میری آنکھ بند تھی جب تلک نظر میں نور جمال تھا
کھلی آنکھ تو نہ رہی خبر کہ وہ خواب تھا کہ خیال تھا

جہانگیر نے منہ ہاتھ دھو لیا اتنے میں آپ کا مصاحب خاص مرزا محمود بیگ حضوری
سے فارغ ہو کر آ گیا

جہانگیر: [illegible] اور [illegible] ہوئے۔

مرزا محمود: ارے نہیں بھول گیا۔

جہانگیر: پھر اب کیا دیر ہے چلو سے چلو۔

مرزا محمود: بسم اللہ ہے کپڑے بدل لئے۔

جہانگیر: ارے نہیں کپڑے پہنکر تم بھی اپنی وردی پہن لو۔

مرزا محمود: میرا تو اسی ہی لیس ہے صرف اوپر چوغہ پہن لیا تھا کہ پردہ ہے چلے اتار دیا اور بندی محمودہ بیگم ہو گئی۔

جہانگیر: (ہنسکر) اس وقت تو تم بھی مرزا معصوم ہوتے ہو۔

مرزا محمود: چشم بد دور تم تو صاحب اس وقت ایک معشوقہ طناز معلوم دیتی ہو۔

جہانگیر: اس وقت صاحب عالم نہیں ہوں اسوقت بی جہانگیران کہو۔

مرزا محمود: اچھا بی جہانگیران۔

جہانگیر: ہاں بہن محمودہ۔

مرزا محمود: چلو تمہیں تمہاری سسرال چھوڑ آویں۔

جہانگیر: اری جا خام پارہ چھتر خالی کیوں کرتی ہے۔

مرزا محمود: ہماری جہاں پہچکا اب جیسے خام پارہ بتاتی ہے ذرا تو جا تیرے خاوند سے جاکر کہونگی کہ اپنی چہیتی لاڈو کی زبان کو لگام دے۔

جہانگیر: اب چپ بیٹھے نہ بگھارو اور اٹھو چلو۔

مرزا محمود: چلیے حضور چلیے۔

جہانگیر: حضور کون نابکار ہے۔

مرزا محمود: اے تو یہ چلیے بوا چلیے

غرض دونوں برقعہ اوڑھ کر روانہ ہوئے اور مرزا غیاث کی ڈیوڑھی پر جا ہوئے آگے آگے محمودہ بیگم تھی اور پیچھے پیچھے بی جہانگیران۔ دونوں بے دھڑک زنانی ڈیوڑھی میں داخل ہوا چاہتے تھے کہ اندر جاتے ہی دربان نے ٹوکا۔

جہانگیر: ارے مردوے سچ سچ ان کا نام کیا ہے؟

دربان: بہلا سا نام ہے۔

مرزا محمود: یہ مردوا ہزار خانت کہٹ ہے اگر میرا ملازم ہوتا تو ابھی نکلوا دیتی۔

دربان: تب ہی تو خدا نے بی حبشی آپ کو کوئی نوکر نہیں دیا خدا ہی گنجے کو ناخن نہیں دیتا ہے۔

جہانگیر: ارے ہاں جان تم نے یہ کیا ناحق کی کائیں کائیں لگائی ہے۔ یہ وہ تمہارا جیسا ہے۔

دربان: خدا بچے ان جیسا نہ کرے مجھے تو اسقدر ذلیل ڈول میں اٹھنا دشوار ہو جائے۔

جہانگیر: میرے اچھے دربان بتاؤ ان خانصاحب کا نام کیا ہے؟

دربان: بہلا سا نام ہے۔

مرزا محمود: اور میں کب کہتا ہوں برا نام ہے۔

دربان: لو اب حبشی اور رنگ لائیں۔ ابھی بیگمیں فرماتی ہیں کہ میں کب کہتا ہوں برا سا نام ہے۔

جہانگیر: امی جان اب کے تم بولیں تو میں اپنا سر پیٹ لونگی۔

دربان: اس میں ان کا کیا جائیگا۔

جہانگیر: تم نے خانصاحب کا نام نہ بتلایا۔

دربان: ان کا نام علی تلی خان۔

مرزا محمود: علی قلی خان۔

دربان: خدا تم کو اس سے بھی موٹا کرے۔

مرزا محمود: اے تو سوئے۔

جہانگیر: بہلا اب اپنے خاوند کے ساتھ کب گئیں

دربان: دو تین دن ہوئے۔

چھپا چھپا کے سدا دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی۔

یہ کہا اور جہانگیر غش کھا کر گر پڑا

مرزا محمود۔ ارے دوڑو ارے پانی لاؤ میری بیٹی کو سکتہ کا مرض ہے"

وہاں سے پانی لانے میں ذرا دیر لگی اور مرزا محمود نے وہیں کچھ بیابان کی جھیل پر جا بیٹھے اس سے ایک گھنٹہ پہلے آئی تھی کہا کہ اس نے شہر کو پاتے ہیں مرزا غیاث کے دو بہت سے آدمی وہاں جمع ہو گئے وہاں سے نواز وہ پانی دے رہا تھا کہ بچو لگو جیسے اس حبشی نے بتایا مرزا محمود بھی شہزادہ کا یہ حال دیکھکر گھبرا گیا اگرچہ انگلیاں چٹکا چٹکا کر عورتوں کی طرح کا طعنہ دے رہا تھا مگر باطن میں یا جامہ بجنس کر چکا تھا کہ کہیں ایسی نہ ہو کہ شہزادہ کے دشمنوں کو واقعی کچھ تکلیف ہو کہ سب کی جان کے لالے پڑ جائیں اس اثنا میں شور و غل سنکر مرزا غیاث بھی نیچے آ گیا مرزا محمود نے دیکھا کہ اب پردہ فاش ہوا جاتا ہے جھٹ سے ان کے کان میں کہا کہ یہ بیہوش عورت دراصل شہزادہ جہانگیر ہے خبردار اس کی عزت کو بٹہ نہ لگے تمہاری لڑکی کے چلے جانے کی خبر سنکر اس کا یہ حال ہو گیا ہے مرزا غیاث کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور اس نے چاہا کہ اس محمود نامسعود کی حسب واقعی دعوت چوب و چماق سے کرے مگر شہزادہ اور بادشاہ کے خوف سے لہو کا گھونٹ پی کر خاموش ہو رہا اور ایک پالکی منگا کر شہزادہ کو اس میں سوار کیا ساتھ ساتھ مرزا محمود ہو لئے اور شہزادہ کو لیکر گھر آئے اور علاج میں مشغول ہو گئے

باب ششم

شہزادہ کے دین کا سنکے پتے بچے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں اور پیمبری مل جائے

علی قلیخان: مجھے کیا خبر تھی کہ ایران سے ہندوستان میں چل کر مجھ کو ہیرا
اور ریگ کا ہاتھ آئیگا جس کے آگے دریائی نور مات ان کو نور ایک اور
بات ہے"

مہرالنسا: ہنسکر جی آپکے صدقہ ہمیں بھی ذرا مفصل فرمائیے۔

علی قلیخان: واللہ خدا نے تمہیں اپنے ہاتھ سے تراشا ہے ؎

تشبیہ کس سے دوں تیرے رخسار صاف کو
خورشید زرد رنگ خسروا عذار ہے"

مہرالنسا: خدا نے مبالغہ ہی آپ پر ختم کر دیا ہے"

علی قلیخان: واللہ جو کچھ کہہ رہا ہوں بلا مبالغہ کہہ رہا ہوں ؎

جی چاہتا ہے قدرت صانع پہ ہوں نثار
تجھکو بٹھا کے سامنے یاد خدا کروں

مہرالنسا: توبہ توبہ مجھے کیوں گنہگار بناتے ہو میں آپکی ادنٰی لونڈی ہوں یہ صرف
آپکی کنیز نوازی ہے کہ بقول لطف خسروانہ فرماتے ہیں"

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم۔

علی قلیخان: اے عقل کی پتلی تو حسن و خوبی کے ساتھ لطائف و ظرائف میں
بھی بلبل ہزار داستان ہے

مہرالنسا: حضور کس کا ذکر کرتے ہو؟

علی قلیخان: قسم قرآن ہو جو مذاق کرتا ہوں میں سوقت اپنے سچے دل سے محبت
کا اظہار کر رہا ہوں مگر میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں اگر سچ سچ بتاؤ

مہرالنسا: فرمایئے وہ کون سی بات ہے"

علی قلیخان: پہلے میری قسم کھاؤ کہ سچ سچ کہوگی"

مہرالنسا: تمہاری قسم تو میں مر ہی جاؤں اور کسی کی کھاؤں

علی قلیخان: تمہاں سے کہو سچ کہوگی؟

مہرالنسا: میں ایمان سے کہتی ہوں سچ کہوںگی۔

علی قلیخان: یہ شہزادہ والی لڑائی کیا آپکی تھی؟

مہرالنسا: مجھے خدائے پاک کی قسم ہے۔ سراسر افترا پردازی اور دشمنوں کی کارستانی ہے۔

علی قلیخان: تا نباشد چیزے مردم نگویند چیزہا۔

مہرالنسا: اصل معاملہ یہ ہے کہ مجھے ایک بار مینا بازار میں ملے تھے پھر انکو اوس ہی خیال پیدا ہو گیا مگر میں نے انکو صاف صاف کہدیا تھا کہ ان تلوں میں تیل نہیں۔

علی قلیخان: بس یہی بات ہوئی؟

مہرالنسا: یہی وہ لگے اظہار عشق کرنے مگر میں نے انکو جتا دیا کہ ؎

برو ایں دام بر مرغے دگر نہ   کہ عنقا را بلند است آشیانہ

علی قلیخان: اظہار عشق کا حال تو مجھے معلوم ہوا ہے ؎

زسن بر آن گل عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار آنند

مہرالنسا: تم کو چہل خالی سوجھی ہے؟

علی قلیخان: بلا مبالغہ کہتا ہوں۔

سر کونسا ہے جس میں کہ سودا نہیں تیرا
ہوتی ہیں تیری نقش قدم کی زیارتیں

مہرالنسا: تمہاری صلاح ہے میں یہاں سے چلی جاؤں پیارے سمجھیا تمہیں ناگوار ہے جو ایسی چھیڑ اور فضول گفتگو کرتے ہو۔

علی قلیخان: بس اتنی سی بات کا پہاڑ بن گیا۔

مہرالنسا: پھر کونسی چھوٹی سی بات ہے شریفوں کو اسبات کا بڑا رنج ہوتا ہے گے

علی قلیخان۔ میں گر پڑتا ہوں اچھا ہوا جو یہ بات آپ ہی میرے لئے لائی ہیں یہ بات نہایت مبارک ہوئی مجھے تو شان و گمان بھی نہ تھا کہ مجھے اس دنیا میں حور بہشت ملے گی۔

مہر النسا۔ ایران میں آپ کس عہدہ پر تھے۔

علی قلیخان۔ میں شاہ ایران کے تخت خانہ کا داروغہ تھا بادشاہ کے مرنے کے بعد انقلاب سلطنت سے ملتان میں آنکلا عبد الرحیم خان خانخاناں وہاں ٹھہرا ہوا تھا اس سے ملاقات ہوئی اور اس کے ذریعے اکبر بادشاہ تک رسائی ہو گئی جبر اس معاملہ کو جانے دو اس وقت کوئی پر لطف لطیفہ سنائیے

مہر النسا۔ آپ سنائیں بھلا میں کم عقل عورت کیا سناؤں گی

علی قلیخان۔ بڑی ستم ہے آپ پر ختم ہے بندہ تو سپاہی آدمی ہے بندہ کو تو تلوار مارنے کے سوا اور کچھ نہیں آتا البتہ علم رمل اور نجوم میں تھوڑا دخل ہے

مہر النسا۔ کیا واقعی تم کو فن رمل میں دخل ہے

علی قلیخان۔ بیشک آزما لو

مہر النسا۔ بھلا تو دیکھو تو میرا زائچہ

علی قلیخان۔ (قرعہ پھینک کر) بیگم سر پر چتر شاہی فرمان ہوتا نظر آتا ہے

مہر النسا۔ خدا تم کو سلامت رکھے تمہاری بدولت راج کر رہی ہوں (مہر النسا کے دل میں جہانگیر کا معاملہ کھٹک گیا مگر بات کو ٹال گئی اور کہنے لگی آپ نے فرمایا تھا کوئی لطیفہ سناؤں۔ اب تعمیل حکم کروں

علی قلیخان۔ اگر تکلیف نہ ہو اور طبع نازک کو گراں نہ گزرے

مہر النسا۔ ایک شاعر نے ایک امیر کی تعریف میں قصیدہ لکھا اور انعام کی خاطر سنہری حرفوں میں لکھکر اسکے پاس لے گیا امیر درجہ اول کا کنجوس تھا قصیدہ واپس کر دیا اور کہا کہ میں تعریف کے لائق نہیں شاعر کے تن بدن میں آگ لگ گئی گھبرا کر چو طرف دل کو بجھانا اور بیچارہ

امیری کی ہجو بھی اور امیر کو جا سنائی امیر بھی ایک گرگ باراں دیدہ تھا یہ
سن کر خاموش ہو رہا اور کچھ نہ کہا دوسرے دن شاعر صاحب جا کر
امیر کے دروازہ کے باہر جا بیٹھا امیر نے کہا میاں شاعر صاحب
جناب نے تکلیف کرکے قصیدہ لکھا تو میں نے کچھ نہ دیا پھر مہربانی
کرکے ہجو کہی پھر بھی آپکو کچھ نہ کہا اور نہ آپکی خدمت کی اب آپ کس لئے
جلوہ افروز ہیں شاعر نے کہا کہ اب میں نے بیٹھا ہوں کہ جب آپ جان
بحق تسلیم ہو جائینگے تو آپکا مرثیہ بھی مفت کہونگا

علی قلیخان: واہ بہت عمدہ ایک اور سناؤ

مہرالنساء: ایک درویش ایک امیر کے مکان پر گیا اور کہا قبلہ من جب ہم اور
آپ دونوں باوا آدم اور حوا کی اولاد ہیں اور میرا اور تمہارا ماں
باپ ایک ہوئے اور ہم تم دونوں بھائی ہوئے خدا نے تم کو اس قدر مال و منال
دیا ہے شرط انصاف نہیں کہ تم آرام کرو اور تمہارا بھائی ٹکڑوں کا محتاج
پھرے براہ مہربانی میرا حصہ بانٹ کر عطا کرو امیر نے کہا بہتر حاضر ہے اور
غلام کو آواز دیکر کہا میرے بھائی کو ایک پیسہ دیدو فقیر نے کہا بھائی صاحب
بھائی کا حصہ نصف جائداد ہوتی ہے آپ ایک پیسہ کس حساب سے
دیتے ہیں امیر نے کہا خاموش رہو تمام جہان باوا آدم کی اولاد ہو
کہیں دوسرے بھائی کو خبر ہو گئی تو یہ بھی نہ ملیگا وہ بھی حصہ لینے کو آ موجود
ہو جائینگے

علی قلیخان: اچھا ایک اور سنادو

مہرالنساء: اب ہم تھک گئے ہیں نیند آتی ہے

علی قلیخان: ادھر آؤ ہم پاؤں دبادیں

مہرالنساء: نہیں آپ مجھے معاف ہی رکھیں

علی قلیخان: اچھا ایک لطیفہ اور سنادو اور پھر سو رہو

بہت سنا ہوگا وہ کہتے ہیں کہ جب امیر تیمور لنگ ہندوستان میں آیا تو تمام مطربہ اور ارباب نشاط کو بلا کر قوالی کا حکم دیا انمیں ایک مطربہ آنکھوں سے اندھی تھی اس نے دیپک گانا گایا کہ تیمور کو وجد آگیا اور نہایت محظوظ ہوا اور مطربہ سے دریافت کیا کہ تیرا کیا نام ہے مطربہ نے عرض کیا کہ غلام کو دولت کہتے ہیں تیمور نے ہنسکر ازراہ مذاق کہا کہ کیا دولت اندھی ہے دولت نے فی البدیہہ جواب دیا کہ حضور بیشک اندھی ہے اگر دولت اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کے گھر نہ جاتی"

علی قلیخان :- اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی"

باب ہفتم

اس کشمکش میں دہر سے کیا کام تھا ہمیں
اے الفت صنم تیرا خانہ خراب ہو

مرزا محمود :- شکر ہے آپ نے بھی آنکھہ کھولی آپکی حالت دیکھکر تو ہمارے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے ایسا عشق تو دشمنوں کو بھی نہ ہو"

جہانگیر :- کچھہ نہ پوچھو اس وقت میرا کیا حال ہے ؎

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر
ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

مرزا محمود :- کچھ ننگ و ناموس کا بھی خیال ہے"

جہانگیر ؎ کہاں صبر و تحمل آہ ننگ و نام کیا شے ہے
یہاں رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہیں

مرزا محمود :- بس اسی کے حوصلہ پر پادشاہت کروگے تم جانتے ہو وہ کون ہو؟

جہانگیر :- میں جانتا ہوں خوب جانتا ہوں ۔۔ میں مہرالنسا کا شیدا ہوں"

ہے — میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

مرزا محمود۔ پھر بے پیر دل کا اب بھی کچھ نہیں گیا ہے انشاء اللہ اگر آپ کے پیروں میں لا بٹھاؤں۔ تو مرزا محمود نہیں ۔

جہانگیر۔ ہمارے ایسے نصیب کہاں ہے

وہ بھی کوئی ہوگا امید بر آئے جس کی
اپنا مطلب تو نہ اس چرخ کہن سے نکلا

تم کو سمجھاتے سمجھاتے میرا سر کھپ گیا مگر تمہاری سمجھ میں نہیں آتا۔

مرزا محمود۔ تم نے داناؤں کا مقولہ نہیں سنا ہے

سر شمع ساں کٹائیے اور دم نہ ماریے
منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریے

جہانگیر۔ ہم کو سراسر یاوسی ناامیدی یاس حرمان ہے

ہمیشہ کنج تنہائی میں ہم مونس سمجھتے ہیں
الم کو یاس کو حسرت کو بیتابی کو حرماں کو

مرزا محمود۔ یہ سب ابو الفضل کی کارستانی ہے بیشک اسی عدوئے جان کی شیطانی ہے۔

جہانگیر۔ میں سب سمجھتا ہوں میں بچہ نہیں میری آنکھیں ہزار آنکھیں ہیں میرے دو کان نہیں لاکھ کان ہیں انشاء اللہ تعالیٰ امداد ایزدی سے عنقریب میں اپنے دشمنوں کو پامال کرونگا اے انتقام اعدا کی خونخوار تلوار میرے ہاتھ میں رہ اے اقبال میری یاوری کر تاکہ میں اپنے دشمنوں کے سر گیند کی طرح ٹاپوں سے کچلے روند ڈالوں اے حکم خدا حافظ اے انصاف الوداع اے ملک خیر خواہی جلد آ او مجھے اپنے سپہ سالار بنا دے سنگدلی کی دیوی مجھے اپنے دامن دے اور اپنا

کرونگی۔ اے روشن آفتاب مجھے تیری روشنی کی قسم۔ اے کہن سال دنیا مجھے تیرے بڑھاپے کی قسم کہ شیر آج سے عیش و آرام چھوڑ کر میں اپنے دشمنوں کو تہ تیغ نہ کر لوں حرام ہو گیا اس وقت سے انتقام انتقام انتقام۔ میرا تکیہ کلام ہے۔

مرزا محمود:۔ ذرا ٹھیرئیے اے آسمان کے ستارو مجھے تمہاری چمکاہٹ کی قسم اے اندھیری رات مجھے تیری تاریکی کی قسم ہو کہ میں اپنے پیارے شہزادہ کا مرتے دم تک ساتھ نہ چھوڑونگا اور چاہے اس کی خدمت میں میرا مال میری جان اور ایمان جائے میں ثابت قدمی کو کبھی ہاتھ سے نہ دونگا۔

چھبیلا:۔ حضور کی عمر و دولت زیادہ فہیمن در دولت پر استادہ ہے۔

جہانگیر:۔ آنے دو۔

فہیمن:۔ میں صدقہ جاؤں حضور کی تو آنکھوں میں تو حلقے پڑ گئے شاید حضور کے دشمنوں کی طبیعت ناساز رہی ہے میں نے تو دو دن سے حضور کو پہچانا تک بھی نہ تھا

جہانگیر:۔ اسے یہ سب عشق خانہ خراب کی نشانی ہے۔

کرتا تھا ہر کلام سے پہچانتا کوئی
شیدا تو چند روز میں کتنا بدل گیا

مرزا محمود:۔ تم کو ایک خاص مطلب کے لئے تکلیف دی ہے۔

فہیمن:۔ عین راحت ہے۔

مرزا محمود:۔ آپ کے شہزادہ بلند اقبال عاشق ہوئے اور ایسے عاشق کہ ہر وقت بیخود رہتے ہیں کہ ہوشیاری دنیا سے بیہوش ہیں۔

فہیمن:۔ تو یہ کوئی انوکھی بات ہوئی حضور کی عادت سے جو خلاف ہے۔

مرزا محمود:۔ تم کو اس لئے بلایا ہے کہ اپنی کیمیا اثر کارروائی سے نہ جانے کہاں لڑو یا ہو ڈھونڈ کر اس بات سے منہ نہ موڑو۔

جہانگیر: ما بکار خویشتن حیرانیم کار ساز
بسپردہ ایم با کرم او جہاں گنہ

نوٹ: جہانگیر نے ایک پرچہ کاغذ پہ یہ الفاظ لکھے ۔

میرے والد، میرے بادشاہ، آداب ۔

میرا دل دنیا سے بر داشتہ ہو گیا مجھے یہ شہر کاٹنے کو دوڑتا ہی یہ محل
معلوم ہوتے ہیں مجھے ڈراؤنی اور بھیانک معلوم ہوتی ہیں وجہ اس کی یہ ہو کہ میری
تمام امیدوں کا خون ہو گیا بس یہی دل چاہتا ہے کہ تارک الدنیا
ہو جاؤں اور اپنا منہ اپنے بیگانہ کو نہ دکھاؤں فی الحال میں چند روز
کے لیے اودہ کی طرف طبیعت بہلانے کو جاتا ہوں حضور اگر میری زندگی
چاہتے ہیں تو مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں اور کسی کو میرے تعاقب میں روانہ نہ کریں

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

جہانگیر

مرزا محمود: ہم کو بھی دکھاؤ کہ کیا لکھا ہے ۔

جہانگیر: یہ دیکھو کوئی بری بات نہیں ہے ۔

مرزا محمود: جب سے زبردست ہو جائی ۔

جہانگیر: چوبدار کو بلاؤ اور کہہ دو کہ یہ خط جب ہم شکار کو چلے جائیں تو کل صبح
جا کر ابو الفضل کو دے آئے کہ یہاں پہنچا کر بادشاہ کو پہنچا دو اور اصطبل میں جا کر
حکم دو کہ دو گھوڑے عربی نسل کے جن کا دم سو سو کوس سے کم نہ چلے
کسا کے ٹھیک کیا رہیں جب رات کے بارہ بجے مکان کے نیچے حاضر ہوں ۔

مرزا محمود: اسی وقت جاتا ہوں ۔

جہانگیر: اب کیا بجا ہے ۔

مرزا محمود: کوئی دس کا عمل ہے ۔

جہانگیر: ابھی اندھیرا ہے بہت وقت ہو۔
تھوڑی دیر کے بعد مرزا محمود واپس آیا اور کہا کہ گھوڑے حاضر ہیں جہانگیر نے اٹھکر سیاہ کپڑے پہنے اور ہتھیار بدن پر لگائے مرزا محمود کو مسلح کیا ایک گھوڑے پر آپ سوار ہوا اور دوسرے پر مرزا محمود کو سوار کیا اور توکل برخدا چل پڑا چلتے ہوئے یہ شعر پڑھا ؎

تو کہاں جائیگی کچھ اپنا ٹھکانا کر لے
ہم تو کل خواب عدم میں شب ہجراں ہونگے

باب ہشتم

شال و زربفت مبارک تمہیں ہو دولتمند
ہم کو کمبل ہی میں دوشالہ کا مزہ ملتا ہے

مہرالنساء: تمہارا کہاں سے آنا ہوا
فہیمن: دہلی سے۔
مہرالنساء: کس طرح۔
فہیمن: حضور تمہارے قدموں میں کچھ جینا دن زندگی میں باقی ہیں گذرانیکا ارادہ ہے
مہرالنساء: کچھ لکھی پڑھی بھی ہو؟
فہیمن: تھوڑا بہت
مہرالنساء: بھلا یہ تو دیکھو کیا لکھا ہے۔
فہیمن: یہ تو صاف لکھا ہے ہندی خط شکستہ بھی پڑھ سکتی ہوں۔
مہرالنساء: بھلا یہ عبارت پڑھکر تو سنایئے۔
فہیمن: لکھا ہے ؎ جو کرے احسان اس کو چاہئے احسان دگی
پیش ہائے صبح تجھی تیر کمل تحریر کر

مہرالنساء ۔ تم تو بہت اچھا پڑھ سکتی ہو۔

فہیمن ۔ یہ سرکار کی نوازش ہے۔

مہرالنساء ۔ یہ تمہاری انگیا پر کشیدہ کس کا کیا ہوا ہے۔

فہیمن ۔ یہ میرے اپنے ہاتھ کی سی ہوئی ہے۔

مہرالنساء ۔ تم تو گنوں کی گتھلی ہو۔

فہیمن ۔ کھانا پکانے میں بھی کچھ دخل ہے اگر میرے ہاتھ کے شامی کباب یا میرے ہاتھ کا پکا ہوا دلہن پلاؤ کھاؤ تو بہت سا انعام دو۔

مہرالنساء ۔ وہ بے نصیب جو تمہاری سی سہیلی ہمیں خدا نے گھر بیٹھے بھیجدی۔

فہیمن ۔ میں تو حضور کی لونڈی ہوں۔

مہرالنساء ۔ فی الحال ہم نے تمہیں کتب خانہ سپرد کیا پھر دیکھا جائیگا۔

فہیمن ۔ آداب بجا لائی اور دعائیں دینے لگی فہیمن نے چند ہی روز میں مہرالنساء بیگم کو اپنا گرویدہ بنا لیا اپنا زہد و تقویٰ جتانے کے لئے فہیمن لمبی لمبی نمازیں ادا کرتی تھی غرض مہرالنساء بیگم اس کی نیکی سے ایسی شیر و شکر ہو گئیں کہ اٹھتے بیٹھتے [illegible] بڑی پارسا اور پرہیزگار عورت تھی ایسی ملازمہ کا ہاتھ آنا ہماری خوش قسمتی ہے یہ سن کر علی تقی خان چپ رہے ورنہ کان میں [illegible] سنا ہنس کر خاموش ہو رہا ایک دن کا ذکر ہے کہ فہیمن اور مہرالنساء بیگم میں یہ گفتگو ہوئی۔

مہرالنساء ۔ جاؤ بی فہیمن ذرا دیوان حافظ اٹھا لاؤ۔

فہیمن ۔ یہ لیجئے حاضر ہے۔

مہرالنساء ۔ سبحان اللہ کیا شستہ کلام ہے ۔

غلام نرگس مست تو تاجدارانند

خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند

تک رخصت ہو چکا

یہ کہکر مہرالنساء نے وہ خط دیکھتے ہی انگیٹھی میں ڈال دیا اور ایک شعلہ میں
جل کر راکھ ہو گیا۔

مہرالنساء۔ فہیمن دیکھ کہ اس کاغذ کا کیا حال ہوا ہے۔

فہیمن۔ راکھ ہو گیا ہے۔

مہرالنساء۔ بس یہی راکھ سلطنت پر ڈالتی ہوں مجھے میرا علی قلیخاں سلامت رہے۔

اس اثناء میں علی قلی خان بھی وہاں آ گئے۔

علی قلیخاں۔ کیوں خیریت ہے؟

مہرالنساء۔ الحمد خیریت ہے۔

علی قلیخاں۔ تم اس وقت غصہ میں بھری بیٹھی ہو۔

مہرالنساء۔ شکر نہیں تو۔

علی قلیخاں۔ آج تو فیرنی کھانے کو جی چاہتا ہے بشرطیکہ فہیمن پکائیں۔ یکہ تا پکانے
میں لاثانی ہیں۔

فہیمن۔ حضور میں سر آنکھوں سے پکاؤنگی ایک گھنٹہ میں بھیجے۔

یہ کہکر علی قلیخاں تو مردانہ مکان میں چلا گیا اور فہیمن اٹھکر فیرنی پکانے
میں مشغول ہو گئی کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد مہرالنساء بیگم کی لونڈی گلاب جو فہیمن
سے بہو کی پیالی تھی کیونکہ اس کے آنے سے اسکی قدر گھٹ گئی تھی آئی اور کہنے لگی

گلاب۔ حضور مجھے اس فہیمن کے طور بے طور نظر آتے ہیں۔

مہرالنساء۔ تو کس طرح کہتی ہے؟

گلاب۔ ابھی فیرنی پکاتے پکاتے اس نے ایک جیب سے شیشی نکالی اور اس میں سے
کئی قطرے کسی دوائی کے فیرنی میں ڈال دیے۔ وہ نہیں سمجھتی تھی کہ میں تاک
رہی تھی میں نے حرف آشنا نہ کیا اسکو خبر نہ ہو گئی مگر میں سمجھ گئی کہ کچھ چکر اوس میں ہے

مہرالنساء۔ بیشک کچھ دال میں کالا ہے۔

غرض جب دستر خوان پر مہرالنسا بیگم خانصاحب کھانا کھا چکے تب تھوڑی فرنی جس
طشتریوں میں فرنی جما کر لائی اور خانصاحب کے آگے وہ دھر دیں
مہرالنسا۔ تہمینہ کاری خوشی ہے کہ پہلے یہ فرنی تم چکھو۔
تہمینہ۔ میرا آج روزہ ہے۔
مہرالنسا۔ آج روزہ کیسا ہے؟
تہمینہ۔ میرے کچھ روزے رمضان میں کٹی رہ گئے تھے وہ پورے کر رہی ہوں
مہرالنسا۔ آپا اسے نہ کھانے سے مجھے اس پر شک ہے۔
یہ کہکر مہرالنسا بیگم نے وہ طشتری ایک بلی کے آگے رکھدی بلی فوراً
چاٹ گئی اور ابھی پانچمنٹ بھی نہ گذرے تھے کہ پھڑک کر مر گئی یہ حال دیکھ کر
خانصاحب کا چہرہ غصہ سے لال چقندر ہو گیا اور تہمینہ مارے ڈر کے گر پڑی
قریب تھا کہ خانصاحب ایک وار میں اس کمبخت کا کام تمام کر دیں۔ مگر مہرالنسا
نے انکے غصہ کو ٹھنڈا کیا اور کہا اسے جان سے نہ مارو اور جو سزا چاہو
دیدو اس کا قصور نہیں یہ کسی دشمن کی سکھائی ہوئی ہے خانصاحب نے
ہر چند کرید کرید دریافت کیا مگر تہمینہ نے کچھ پتہ نہ دیا آخر علی قلیخاں نے
تہمینہ کے ناک اور کان کٹوا کر شہر سے بدر کر دیا بلکہ یہ حکم دیا کہ اس کو تمام
شہر میں تشہیر کر کے ہمارے علاقہ سے باہر نکال دو

باب نہم

ای دوست اگر جان طلبی جان بخشم
ور جان و جهان عزیز ست آن بخشم

ایک روز کا ذکر ہے کہ جنید کل گھنٹہ کا راجہ رسنگھ جلوا آدھی رات کے وقت اپنی
خوابگاہ میں سو رہا تھا کہ دفعتاً ایک شخص سیاہ پوش وہاں آیا اور راجہ کو جگانے لگا

جہانگیر: تو وہ دکن کی پہاڑی کی طرف جا رہا ہے کوئی ایسی تجویز کرو کہ جیتے جی وہ حضور کے پاس نہ گزرے اور اس کا قضیہ فیصل ہو جاوے

نرسنگھ دیو: اس کا کس سے قضیہ ہے؟

جہانگیر: تم میرا مطلب نہیں سمجھے؟

نرسنگھ دیو: تو پھر سمجھا دے؟

جہانگیر: عجب کوڑھ مغز ہو اس کو قتل کر ڈالو۔

نرسنگھ دیو: جہانگیر اچھی طرح سوچ سمجھ لو کہ وہ تمہارے والد کا دہنا بازو ہے ایسا نہ ہو کہ گھن کے ساتھ گیہوں پس جائے۔

جہانگیر: اطمینان رکھو میں اس شخص کے خون کا پیاسا ہوں اگر تم نے انکار کیا تو آج ہی تمہاری دوستی کا خاتمہ ہوا۔

نرسنگھ دیو: میں سچا دوست بننا چاہتا ہوں ابوالفضل کیا ہے مجھے کہئے تو میں تیری خاطر کسی اپنے دوست کو قتل کر ڈالوں۔

جہانگیر: آفرین آفرین ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

کل ٹھیک دس بجے اس کا گذر تمہارے علاقہ میں سے ہو گا چند سپاہی سوار ہمراہ ہیں لگے ہیں جس وقت موقع پاؤ فوراً قتل کر ڈالیں زندہ نہ چھوڑیں اس کے ساتھ صرف چند آدمی ہیں گے سب حال دریافت کر لیا

نرسنگھ دیو: اچھا بادشاہ تیری خاطر مجھے یہ بھی منظور ہے چاہے اکبر میرا ستیاناس کر دے پر تیرا فرمان نہ ٹالوں گا۔

جہانگیر: تو میری جان ہے تو میری روح رواں ہے انشاء اللہ تعالیٰ اگر خدا نے مجھے کوئی دن کیا تو اصل میں بادشاہ تو ہو گا اور میں تیرا وزیر ہوں گا

نرسنگھ دیو: خوب کہئے

جہانگیر:- دیکھو بیٹا مجھے اپنے دین و ایمان کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ تمام عمر کے لئے غلام ہو جاؤنگا

نرسنگھ دیو:- بہت بہتر آپ اب تشریف لے جائیے اس کام کو سرانجام دینا میرا ذمہ میرا فرض میرا سب سے پہلا کام ہے

جہانگیر:- ابوالفضل کوئی معمولی آدمی نہ سمجھو وہ بھی بڑا شہسوار ہے

نرسنگھ دیو:- اگر لاکھ جانیں رکھتا ہے تو ایک جان سلامت نہ لیجائیگا

جہانگیر:- میرا دل دھڑکتا ہے خدا خیر کرے

نرسنگھ دیو:- تم کو تو وہم کا مرض ہے اور وہم کی دوا لقمان سے بھی نہ ہو سکی

جہانگیر:- وقت یاد ہے

نرسنگھ دیو:- ہاں ہاں یاد ہے

جہانگیر:- بھلا کیا؟

نرسنگھ دیو:- ٹھیک دس

جہانگیر:- کسی معتبر افسر کو بھیجنا وہ شخص زبان آور ہے کہیں اپنے آپکو مغلوب پاکر حکمت عملی سے جان سلامت نہ لیجائے

نرسنگھ دیو:- افسر کیا سنئے میں خود جاؤنگا اور برسر موقعہ ہونگا تاکہ وہ بڑا چرب زبان بڑا دانا اور جہاندیدہ ہے مگر بندہ بھی کم نہیں وہ ڈال ڈال ہے تو میں پات پات

جہانگیر:- اگر میں تم کو اس سے کم سمجھتا تو اس کام کے لئے ہرگز منتخب نہ کرتا

نرسنگھ دیو:- اب تم کہاں جاؤ گے

جہانگیر:- میں سیدھا الہ آباد جاؤنگا اور دیکھے اس واقعہ کے حال سے مجھ ہی مطلع کرنا

باب دہم

نمک حرامی کی خدمت آنحضرت کرنا سرقی خدمت۔ قتل ابوالفضل خود ضائع کنندہ وحشت

مرزا محمود :- حضور جہاں پناہ کی طبیعت آجکل ناساز سی ہے ؟

جہانگیر :- اللہ شفا بخشے !

مرزا محمود :- شفا یا شفاء !

جہانگیر :- تم تو غلطی ہوا !

مرزا محمود :- ہم تو دعا میں مانگتے ہیں کہ جلد ڈھلک جائیں

جہانگیر :- کیا بیہودہ بکتے ہو خاموش رہو دیوار ہم گوش دارد

مرزا محمود :- دل میں خوش ہو رہے ہو کہ کیا مبارک وہ دن ہوگا جس
تخت ہندوستان پر جلوس کرونگا !

جہانگیر :- اور جو ہم ہی پہلے مر گئے !

مرزا محمود :- کیا مجال کیا ایسے بقال ہو جو فوراً مر جاؤ گے !

جہانگیر :- مسخری ہو !

چوبدار :- ایک عورت پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے عجیب حالت گدائی میں ڈیوڑھی
پر کھڑی ہے اور کہتی ہے مجھے شہزادے سے ضرور ملنا ہے پہلے تو میں نے
سوال سمجھ کر نکالا سا جواب دیدیا تھا مگر وہ ٹلتی نظر نہیں آتی آگے جیسا
حکم ہووے ویسا کیا جاوے !

مرزا محمود :- آنے دو !

ہیمن :- سلام حضور !

جہانگیر :- ارے یہ کون بلا ہے !

مرزا محمود :- ہو نہ ہو کوئی چڑیل ہے !

جہانگیر :- ابھی نہیں اس کی صورت میری نظروں میں آشنا معلوم ہوتی ہے !

مرزا محمود :- حضور غلطی پر ہیں یہ عورت ہی نہیں یہ تو کوئی جانور ہے دیکھیے
نہ منہ ہے ناک ہے نہ کان اور سر کے بال ہی ندارد

جہانگیر :- شاید بن مانس ہو !

مرزا محمود: اسے تو کیا حرج ہے۔

جہانگیر: کیا تنگی ہو گئی یہ زبان اینٹھ گئی۔

فہیمن: مرزا جی تو آپکی آنکھوں پر چربی چھا گئی ہے۔

مرزا محمود: ہیں یہ تو بوا فہیمن ہیں بی صاحب آپکا کیا حال ہے ناک کان کیسے دستے آپکے اور سر کے بال کیا ہوئے۔

فہیمن: سب حضور کے سر پر تصدق ہو گئے۔

جہانگیر: تمہارا حال علی قلی خان نے کیا۔

فہیمن: اسی کی زبردستی ہے وہ تو جان سے مارنے کو تھا پر مہر النساء نے بچا لیا۔

جہانگیر: لعنت اللہ تعالیٰ کی وہ خود کوئی دن کا مہمان ہے میں دن رات اسکی فکر میں ہوں وہ میری معشوقہ کو لیکر دن رات چین اڑا رہا ہے میں جلکر کباب ہو جاؤں

چرخ فلک کا کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

مرزا محمود: بھلا دیکھو تو کس قدر اندھیر ہے۔

فہیمن: وہ تو ایک دوسرے کی معشوقہ ہیں جب تک علی قلی خان زندہ ہے مہر النساء کسی صورت تمہیں نہیں مل سکتی۔

جہانگیر: بہت درست کہتی ہو یہی باقی ضد ہے گر میرے ہاتھ سے بچکر کہاں جائیگا

مرزا محمود: ٹھیک ہے

فہیمن: حضور میں تو کہیں کی نہ رہی۔

جہانگیر: وہ ہر اس میں تمہارا کیا قصور ہے میں نے تمہاری ناک کان تو نہیں کاٹے

فہیمن: بیشک حضور نے نہیں کاٹے مگر حضور کے کام نے کٹوائے۔

جہانگیر: تم نے کونسا کام میرا سر انجام کر دیا۔

فہمین۔ میں نے تو اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی۔

جہانگیر۔ خیر تمہارا کچھ ماہانہ مقرر ہو جائیگا۔

فہمین۔ افسوس! آپنے میری محنت کی کچھ داد نہ دی اچھا میری دل میں

برای خدمت آنکس کہ نشناسد حق خدمت
مکن اوقات خود ضائع کہ در دست او [illegible]

مرزا محمود۔ چل چل وضع سے کٹنی بہت نہ چڑہ کر باتیں نہ بنا دور ہو جا میری آنکھوں کے سامنے سے میں نے تیرا بہت لحاظ کیا ہے۔

فہمین۔ میں نے آپکی خدمت میں کچھ نقصان نہیں اٹھایا ہے

مرزا محمود۔ اگر نقصان اٹھایا تم اپنی حماقت سے اٹھایا تو بھی بڑی چالاک بنی پھرتی تھی۔

فہمین۔ بہتر ہے میں نے جیسا کیا ویسا پایا۔

مرزا محمود۔ چلو اب تشریف لیجاؤ۔

فہمین۔ رخصت ہوتی۔

جہانگیر۔ اسطرح پر دہکانا مناسب نہ تھا۔

مرزا محمود۔ میری رائے میں اس رنڈی کا زندہ رہنا مناسب نہیں یہ بڑی [illegible] کالی ناگن ہے ناراض ہو کر گئی ہے سخت بدنامی کریگی۔

جہانگیر۔ جیسی تمہاری صلاح۔

مرزا محمود۔ اے بی فہمین اے بی فہمین ذرا ایک بات سن جاؤ ذرا ادھر آؤ اس کمرہ میں۔

ایک طرف لیجاکر مرزا محمود نے ایک ہاتھ تلوار کا بیچاری فہمین کی گردن پر مارا کہ جیسا ہی اڑ گئی اور بیچاری زمین پر گر کر مردہ صد سالہ ہو گئی اتنے میں ایک پیادہ ایک سوار کو لیکر آیا اور کہا کہ یہ شخص کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

جہانگیر۔ کہو میاں سوار کہاں سے آنا ہوا اور تمہیں کیا کچھ کہنا ہے۔

باب یازدہم

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال میتواں بتمنا گریستن

جمعہ کی رات تھی اور اکبر بادشاہ مکتب خانہ میں جلوہ افروز تھا فارسی کے زباندان اور بڑی بڑی عمر والے پنڈت موجود تھے تمام مشائخ علماء اور شعرا جمع تھے مکان عطر سے معطر اور پھول پھلوں سے گلزار تھا عقلی اور نقلی تاریخی اور ملکی معاملات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اتفاقاً خان اعظم کوکہ جو کہ سپہ سالار تھا ایک لمحہ دیر ہو گئی۔ اور بادشاہ سلامت سے پیچھے اس جلسہ میں شریک ہوا اور خان اعظم ایک سیدھا سادھا مسلمان تھا اور اس کی ڈاڑھی بہت لمبی تھی اکبر کو یا ہندی ہو نشت کا بڑا خیال تھا جب خانصاحب دیر سے آئے تو اکبر نے ہنسکر کہا:

اکبر: معلوم ہوتا ہے تجھے ڈاڑھی کا بوجھ ہلنے نہیں دیتا۔

فیضی: بجا فرمایا پیر و مرشد۔

ٹوڈرمل: اجی خانصاحب آپ ریش مبارک کو خیرباد کہیں آپکو خلیفۃ اللہ کی تقلید کرنی چاہیے۔ بقول شخصے

ڈاڑھی کو منڈوا ڈالو موچھوں کا بکھیڑا

خان اعظم: آپکو ڈاڑھی کی کیا تمیز ہے اجی جناب ڈاڑھی مردوں کے سوا آپ کو

ڈاڑھی مرد و نیکے ہوا کرتی ہو زنخوں کے کہاں ہے

فیضی: خانصاحب حضور معاف ؎

ریش باید دو دست سوئی کہ ز نخدان ہو شد
نکر بیشہ کہ درو بچہ دہد خرگوشے

ٹوڈرمل: خانصاحب سے کہہ دو کہ عیاں راچہ بیاں

جو اناڑی بچھڑوں کے ہمراہ آرہی ہے شیر ادن کے کہاں

خان اعظم: وہی شکل ہوئی کہ تو نہ آیا گھوڑا آیا

اکبر: غیر ممکن دوا انکو حکیم صاحب گاؤ کے گوشت کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے

حکیم ابوالفتح: ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کا دودھ شفا ہے مگر گوشت بیماری کو پیدا کرتا ہے

پرشوتم: سچ ہے اگر گائے میں عظمت نہ ہوتی تو قرآن میں سب سے پہلے سورہ بقرہ نہ ہوتی

عرفی: قبلہ عالم اگر بے ادبی نہ ہو تو کچھ عرض کروں

اکبر: بیشک کہو

عرفی: آج شیخ صاحب کو عالم بالا سے خلعت ملا ہے

فیضی: اور وہ میں نے آپکو بخشدیا

اکبر: بات کیا ہو

عرفی: جناب عالی اصل معاملہ یہ ہے کہ شیخ صاحب نے سنا ہوا تھا کہ جب شیخ سعدی علیہ رحمتہ نے یہ شعر کہا تھا

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

تو اولیا کی مرتبہ حاصل ہو گیا تھا اور بہشت سے خلعت حاصل ہوئی کل رات کو انہیں بھی شوق چرایا اور شوق اولیائی میں یہ برجستہ مطلع فرمایا

ہر گیاہے کہ از زمین روید

وحدہ لا شریک لہ گوید

اب لطف یہ ہے کہ جھوم جھوم کر اس مطلع کو پڑھتے ہیں اور آسمان کی طرف دیکھتے جاتے ہیں کہ شاید کوئی فرشتہ خلعت لیکر آتا ہوا نظر آجاوے مگر فرشتہ تو نہ آیا ایک گستاخ

چپکا ڈر وہاں اٹکا ہوا ہوا۔ تم صاحب کے ردی اوٹر پٹانگ خیال سے آلودہ کر دیا۔"
افسوس میرے پاس اس وقت تیر و کمان نہ تھا ورنہ تم دیکھتے کہ جانور کس طرح اپنی
سزا کو اعمال کو پہنچتا۔"

شیخ صاحب کو بھی بہت غصہ آیا مگر قہر درویش بر جان درویش خاموش
ہو رہے صرف زبان مبارک سے اسقدر فرمایا شعرفہمی عالم بالا معلوم شد

اکبر:۔ تم دونوں کی ہمیشہ لاگ ڈانٹ رہتی ہے۔"
فیضی:۔ ان کا حق ہے جس قدر چاہیں مذاق کریں گے
اکبر:۔ جب ہم فتحپور سے آئے تھے تو تم نے کونسا قصیدہ کہا تھا اسکا مطلع
ہمیں بہت پسند آیا تھا پھر سناؤ گے
فیضی۔ مطلع یاد ہے۔" ۔

نسیم خوش دلی از فتحپوری آید
کہ بادشاہ من از راہ دور می آید

اکبر:۔ اس وقت ابو الفضل کی عدم موجودگی کے باعث نہایت بے لطفی ہے۔"
خان اعظم:۔ بھلا خلیفہ صاحب کے بغیر حضور کو کب قرار آسکتا ہے۔
اکبر:۔ خدا خیر کرے کوئی خط وغیرہ بھی نہیں آیا۔"
فیضی:۔ بھائی صاحب نے مجھے بھی اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی۔"
اکبر:۔ خدا خیر کرے ہمارے دل میں خود بخود اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔"
خان اعظم:۔ اضطراب کی کونسی بات ہے شیخ صاحب صاحب قلم اور صاحب
سیف ہیں کوئی دو دن میں مظفر و منصور خدمت عالی میں حاضر
ہو کر شرف اندوز ہونگے۔"
اکبر:۔ ہم نے تو ابو الفضل کو توریت اور انجیل کے ترجمہ پر مقرر کیا تھا۔"
فیضی:۔ وہ انہوں نے اسی دن شروع کر دیا تھا مگر ایک مصرعہ تو حضور کے
سامنے ہی موزوں کیا تھا۔ "ای نام تو ژیژو کرستو۔"

اکبر: ہاں یاد آگیا اور تم پاس سے فوراً بول اٹھے ہے ع

سبحانک لاشریک یاہو

مکتب خانہ میں گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک چوبدار ہراساں اندر آیا اور آداب بجالا کر عرض پرداز ہوا کہ قبلۂ عالم نہایت افسوس اور قلق کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں کہ شیخ ابوالفضل نے قضا کی یہہ سنکر اکبر کا رنگ رخ متغیر ہو گیا اور بے اختیار ہو کر کہا اے شوم قدم منحوس قاصد یہ تو کیا بک رہا ہے کب میرے دوست نے قضا کی؟

چوبدار: یعنی نرسنگھ دیو بندیلکھنڈ کے راجہ نے فریب سے قتل کر ڈالا۔

یہہ سنکر اکبر کا چہرہ جو پہلے ہلدی کی طرح زرد ہو گیا تھا سرخ چقندر ہو گیا باوصف اس سن وسال کے بچوں کی طرح زار و قطار رونے لگا سر سے دستار اتار کر پٹک دیا اور کہا غضب ہو گیا ستم ہو گیا! اے ابوالفضل تو میری سلطنت کا چراغ تھا تو میرا قوت بازو تھا افسوس کہ میری زندگی میں تیرا یہ حال ہوا اے خان اعظم پر لگا کر جاؤ اور اس خونی کو مع زن و فرزند تہ تیغ کرد و اس کا ملک بے چراغ کر کے اس پر ہل چلا دو خبردار میرے حکم کی تعمیل میں فرو گذاشت نہ ہو وہ نامراد ازلی اس قابل ہے کہ اس کے ملک میں چاروں طرف الو بول جائیں!

یہہ کہکر بادشاہ حرم سرائے میں داخل ہو گیا دو دن اور دو رات بستر الم پڑا رہا نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ کسی سے کلام یا گفتگو تک کی۔

باب دوازدہم

بیک لحظہ بیک ساعت بیک دم
دگرگوں مے شود احوال عالم

اس بات کو کئی سال گذر گئے۔ مہرالنساء ایک لڑکی کی ماں ہو گئی اور آجکل اپنے

ملازمت علی قلیخان کے ساتھ ہو ہی گئی۔ ادھر شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر اب شہنشاہ
ہندوستان ہے۔ اکبر بادشاہ فردوس خوابیدہ میں داخل ہو چکا ہے۔ اللہ غنی کیا تھا۔ اور کیا
ہو گیا

جہانگیر: مرزا جی اب وہ وقت آگیا ہے کہ دشمن گھر میں ہے۔ اس موقع کو غنیمت سمجھو
مرزا محمود: واقعی میرے لئے شہر یار اب اسے زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے جب وقت ہو
جائیگا تو مطلع صاف ہو جائیگا پھر مہرالنسا کا اپنا لانا معمولی بات ہے۔
جہانگیر: مجھے خود اس بات کا بڑا خیال ہے اور اسی مطلب کے لئے علی قلیخان
بردوان سے یہاں بلایا گیا ہے۔
مرزا محمود: اور قطب الدین خان کو جو حضور کا کوکہ ہے کس لئے یاد فرمایا؟
جہانگیر: اس کمبخت کی سرکوبی کے لیے۔
مرزا محمود: یہ کیا حضور نے اس جان نثار کو اس مہم کے قابل نہ سمجھا؟
جہانگیر: نہیں نہیں میرے عزیز یہ مہم اسکے اور تمہارے دونوں کے سپرد ہے۔
قطب الدین: غلام جان نثاری کو ہر طرح سے حاضر ہے۔
جہانگیر: سنو کہ تم اور مرزا جی دونوں مسلح ہو جاؤ اور اوپر سے ایک کشمیری جبہ
پہن لو تا کہ تمہارے ہتھیار دکھائی نہ دیں اور رسوتی ہاٹ میں جاؤ وہاں تم کو
ایک پیر مرد سفید ریش مع دو شاہی غلاموں کے ملیگا اس سے کچھ نہ دریافت
نہ کرنا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو چپ چاپ اسے ہمراہ لینا اور
علی قلیخان کے مکان پر جانا وہاں جا کر پہلے بہ لطائف الحیل اس کو اس بات
پر مجبور کرنا کہ مہرالنسا بیگم کو طلاق دیدے اگر مان گیا تو بہتر ورنہ فوراً قتل کر ڈالنا
اتنی بھی مہلت نہ دینا کہ خبردار ہو ورنہ وہ شخص اپنے وقت کا سام بن نریمان
ہے ایک دو سے کسی طرح مغلوب نہیں
ہو سکتا۔
قطب الدین: حضور واقعی یہ شخص بلا کا انسان ہے شجاعت مجسم ہے حضور نے

ست ہاتھی کے سامنے کر دیا اس شیر جنگ نے اسے بھی مار ہٹایا پھر حضور نے ایک شیر سے مقابلہ کرا دیا اسے بھی اس نے بے ہتھیار ہی مارا

جہانگیر :- واقعی اگر سرا حریف سے ہوتا تو زیور سلطنت تمہارا ہی تھا۔ اس کو ہماری طرف سے کچھ شک و شبہ نہیں ابھی چند دن کا عرصہ ہوا ہم نے دربار عام کر کے اس کو شیر افگن خان کا خطاب دیا ہے!!

مرزا محمود :- اصل بات پہچاننے میں حضور کو واقعی کمال حاصل ہے!!

غرض مرزا قطب الدین اور مرزا محمود دونوں حسب الحکم اپنے اپنے گھر گئے اور مسلح ہو کر سوتی پانچ میں آئے وہاں ایک پیر مرد سفید ریش بہودہ شاہی غلاموں کے موجود رہا یا وہ مرزا ان کے ہمراہ ہو لیا اور ریاست پانچ میں علی قلیجان مخاطب بہ شیر افگن خان کے مکان پر گئے خان موصوف کو جب خبر ہوئی تو وہ مکان تک استقبال کے لئے آیا اور بڑی عزت اور احترام کے ساتھہ دیوان خانہ میں بیجا کر مسند پر بٹھلایا!!

شیر افگن :- جناب کی تعریف میں نے آنکو کبھی نہیں دیکھا!!

مرزا محمود :- یہ بھی بادشاہ کے خاص خیر خواہوں میں سے ہیں!!

قطب الدین :- ہمکو ایک خاص مطلب کے لئے تکلیف دی ہے!!

شیر افگن :- فرمائیے بندہ سب طرح حاضر ہے!!

قطب الدین :- آپکے متعلق ایک ایسا کام ہے کہ اگر بادشاہ کی خاطر ایک ذرہ چوا ٹھائیں تو ابھی بیڑا پار ہو جائیگا!!

شیر افگن :- میں بادشاہ کا آگے ہی مغروض احسان ہوں میری عین تمنا ہے کہ میری جان بھی بادشاہ کے کام آئے

قطب الدین :- سچ کہتے ہو کہ تم کو بادشاہ سے جان بھی عزیز نہیں!!

شیر افگن :- جان و مال دونوں!!

قطب الدین :- آفرین بادہ ہیں ہمت مردانہ تو اب سنئے کہ بادشاہ مہرالنسا بیگم

کہ سر تن سے جدا ہو کر دور جا پڑا پھر شیروں کی طرح لپکتا جھپٹتا
شیر افگن محل سرائی طرف دوڑا کہ پہلے مہرالنساء کا ہاتھ صاف کروں پھر خودکشی کا
خیال کروں گا یہ حال دیکھ کر پہرہ چوکی مرد جو ان کے ساتھ آیا تھا چلا کر
کھڑا ہوا اور منہ پر سے مصنوعی ڈاڑھی اتار کر زمین پر پھینک دی مرزا محمود دشت
حیران ہو کر دیکھا کہ بادشاہ سلامت خود اس بھیس میں تشریف لائے ہیں ۔
جہانگیر نے کہا مرزا خدا کے واسطے دیر نہ کر کہیں ایسا نہ ہو مہرالنساء پر ہاتھ چلا
بیٹھے دو شاہی غلاموں کو ہمراہ لے اور اس موذی کا کام تمام کر خبردار جو
مہرالنساء کا بال بھی بیکا ہو الغرض مرزا محمود نے شیر افگن کو راستہ ہی میں جا
لیا مگر اس جواں مرد نے وہی خون چکاں تلوار مرزا محمود کے سر پر اس تیزدستی
سے لگائی کہ ایک وار میں دو ٹکڑے ہو کر ہزاروں سال مردوں میں جا ملا جب
بالاخانہ پر گیا تو مہرالنساء اس وقت مہتابی پر کھڑی تھی خاوند کو شمشیر بکف
آتے دیکھ کر سمجھ گئی آج خیر نہیں فوراً بالاخانہ کا دروازہ بند کر لیا شیر افگن
نے آواز دی کہ اے مہرالنساء جلد دروازہ کھول ایک ضروری کام ہے مہرالنساء
کو [illegible] آج خلاف قاعدہ نام لیکر پکارا تھا میرے شک کو مستحکم کرتا ہے وہ
ہمیشہ بیگم یا میری جان کہکر پکارتے تھے پھر آج انکو کیا ہو گیا شیر افگن نے
ہرچند دروازہ توڑنے کی کوشش کی مگر نہ ٹوٹا اس اثنا میں شاہی غلام وہاں
آگئے اور اس تن تنہا کی بوٹی بوٹی کی مگر ننگ و ناموس کے دیوان میں نام اسکا
سرخ حرفوں میں لکھا گیا ۔

کوچہ یار میں مردانہ ہی جان دی ہے
تجھ سے جو ہو سکے دل نالاں ہوا تھا سو ہوا

اس بیگناہ کے یہ ہزاروں جرموں کے برابر ایک جرم تھا کہ جہانگیر کا
رقیب تھا اور اب کی کہ قتل کرکے سلطنت کا بھی گنہگار ہو گیا سب گھر بار
ضبط ہو کر ویران ہو گیا ۔

باب سیزدہم

میں نہ مانوں گی نہ مانوں گی کبھی بات تری
مجھ کو ہرگز نہیں منظور ملاقات تری

جہانگیر نے شیر افگن کا تمام گھر بار ضبط کر لیا مگر مقصد۔ اس گوہر شب چراغ سے تھا۔ انہوں پردہ ہی درمیان سے اٹھا دیا ایک بی بی کہ ہم اخلاق نہیں مہر النساء بیگم آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور بولی۔

مہر النساء: شیر افگن جیسے خاوند کو گنوا کر دوسرے کا منہ دیکھنا ننگ ہے خدا کا شکر کالا کرنا ہے بی بی تم میری طرف سے حضور میں عرض کرو کہ غریب جہاں پناہ اس بدنصیب پر جو کچھ گذر گئی اس کی تقدیر میں یہی لکھا تھا مگر بیوہ بیکس پر رحم فرمائیے اور اس مرنے والے کی روح کو ایذا نہ دیجئے۔

بی بی: مہاراج الصلاح والی بی بی ہو تو ایسی ہو جیسے آپ ہیں۔ پر شوہر کا خیال بھی ہو اس کی سلامتی پر اس طرح خاک ڈالتی ہو مگر مصلحت وقت یہی ہے کہ بادشاہ کا کہنا مان لو۔

مہر النساء: میں اس بادشاہ کو خونی سمجھتی ہوں یہ ہرگز نہ ہوگا۔

بی بی: میں نے مانا کہ جہانگیر خونی ہو مگر انصاف کرو کہ یہ خون کس کے سر ہوگا؟

مہر النساء: یہ خون بیگناہ بندوں کے بادشاہ سے صرف اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے کئے گئے۔

بی بی: انصاف کا خون نہ کرو۔ اس نے جو کچھ کیا تمہارے عشق میں کیا تمہارے عشق نے اسے اندھا کر رکھا تھا۔

مہر النساء: پرانی عورتوں پر ہاتھ ڈالنی بادشاہوں کا طریقہ نہیں۔

بی بی: مذہب عشق میں سب کچھ روا ہے۔

مہرالنساء: نہیں تو پھر شیر کو خونی سمجھتی ہوں اور خدا نہ کرے کہ میں اس خونی
سے نکاح کر لوں۔

بی بی: دیکھو بہن وہ تمہارا بادشاہ ہے۔

مہرالنساء: ہاں ہے مگر میرے خاوند کا قاتل ہے۔

بی بی: مگر پہل تمہارے ہی خاوند کی طرف سے ہوئی۔

مہرالنساء: اس نے کیا کیا؟

بی بی: قطب الدین کوکہ کا خون کیا مرزا محمود کو مارا

مہرالنساء: وہ حالت طیش میں کیا۔ اشتعال طبع کے باعث کیا اس نے اپنی
ناموس میں رخنہ اندازی دیکھی تھی

بی بی: بادشاہ نے جو کچھ کیا جوش عشق میں کیا اس سے مشورہ تدبیر کے پہلو
میں نہ دیکھی گئی۔

مہرالنساء: پر اب مجھے جس وقت شیر افگن کا خیال آتا ہے کلیجہ پر سانپ لوٹ جاتا ہے۔

بی بی: تمہارا کہنا بہ حق بجانب ہے مگر میری رائے میں بادشاہ بھی بے قصور ہے۔

مہرالنساء: اس وقت میری طبیعت سخت گھبرا رہی ہے اس ذکر کو ختم کرو۔

بی بی: صبر کرو دوسرا نکاح شرعاً جائز ہے۔

مہرالنساء: مجھے کوئی مرد شیر افگن سے بہتر دکھاؤ پھر میں اس سے نکاح کر لوں گی۔

بی بی: چشم انصاف سے دیکھو جہانگیر شیر افگن سے بہتر نہیں تو کم بھی نہیں۔

مہرالنساء: تمہاری نگاہوں میں۔

بی بی: عالم کی نگاہوں میں [illegible] حسن ظاہری میں شیر افگن سے بڑھ کر ہے
دولت میں شیر افگن کو کچھ نسبت ہی نہیں تیسرے پہلو
یہ کہ وہ بہ نسبت تمہارے متوفی خاوند کے ہم پلہ ہے چوتھے عشق میں ثابت
قدم ہے پانچویں ارادہ کا پکا ہے چھٹے ابو الحسن نہیں۔

مہرالنساء: خیر اس وقت میری طبیعت سخت پریشان ہے اس ذکر کو چھوڑو۔

بی بی:- کیا تم مجھے ذرا بھی امید نہیں دے سکتیں؟

مہرالنسا:- مطلق نہیں۔

بی بی:- کیا ایک اور خون کرنا چاہتی ہو؟

مہرالنسا:- وہ کیسے؟

بی بی:- بادشاہ تو تمہارے بغیر کسی صورت زندہ نہیں رہیگا۔

مہرالنسا:- کون مرتا ہے کسی کے واسطے
اپنے سارے جیتے جی کے واسطے

بی بی:- جہانگیر کی یہ حالت نہیں وہ تو مجنوں ہو رہا ہے۔

مہرالنسا:- دنیا سب مطلب کی ہے

سر بسر خلائق چہ مرد و چہ زن　　ہمہ طالب مطلب خویشتن

بی بی:- پھر تم بھی دنیا سے باہر نہیں ہو؟

مہرالنسا:- میرا صاف صاف یہ ہے کہ میں کسی طرح بھی تمہارا پیغام منظور نہیں کر سکتی میں لطف سے جہاں پناہ کی خدمت میں ہاتھ جوڑ دیجئے اور عرض کر دیجئے کہ اس لونڈی کو اس سرفرازی سے معاف فرمائیں دنیا کا سب کچھ دیکھ لیا۔

بی بی:- تم غلطی کرتی ہو پیچھے پچھتاؤ گی۔

مہرالنسا:- میرا نصیب

ہر چہ نصیب است ہم میرسد　　گر نستانی بستم میرسد

باب چہاردہم

لائے اس بت کو التجا کر کے
کفر توڑا خدا خدا کر کے

اگرچہ جہانگیر اس درشت پیرے کے جواب سے بہت اچاٹ ہوا مگر جو دل کی چاہ تھی
وہ لگی ہی رہی چنانچہ چار برس کے بعد اس کی [illegible] رہ گیا کہ مہرالنساء کو اپنی ماں کے محلوں
میں رکھ چھوڑا یوں ہی اسی طرح گزری غرض پیچھے پہنچتے آخر کو یہ ہوا کہ
مہرالنساء سے نورمحل اور نورمحل سے نورجہاں بیگم بنکر نورالدین جہانگیر کے گھر پڑ
بیٹھ گئیں نورجہاں جیسی تدبیر کے ساتھ سلیقہ میں بھی بے نظیر تھی بادشاہ
تو شراب کا نام رام زنگی کیکر اس کے رنگ رلیوں میں لگ رہے اس نے تمام
سلطنت سنبھال لی یہانتک کہ بادشاہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم تو دو پیالے شراب
و سیخ کباب پر سلطنت بیگم کے ہاتھ بیچ چکے ہیں چونکہ شاہ ہے اس لئے کہو رہے ہیں
اشرفی پر سکہ لگ گیا ہے

بحکم بادشاہ جہانگیر یافت صد زیور — بنام نورجہاں بادشاہ بیگم زر

مہر پر کندہ تھا کہ

نورجہاں گشت بفضل اله — ہمدم و ہمراز جہانگیر شاہ

مرزا غیاث بیگ باپ اعتماد الدولہ ہوکر وزیر سلطنت اور بھائی آصف جاہ ہو کر
دربار کے مالک ہوئے نورجہاں خود جھروکے میں بیٹھ کر حکم احکام جاری کرتی تھی
اور تمام منصبدار اپنی اپنی عرض معروض کرتے تھے بادشاہ کا یہ عالم تھا کہ ایکدم
بیگم جدا ہوتیں تو بے چین ہو جاتا تھا اگر ایکدم کے لئے دربار میں بیٹھتے تو پیچھے
پردہ پڑ جاتا تھا بیگم پشت پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہتیں غرض خلوت و جلوت اس کا حکم
راجہ مان سنگھ کی بہن مہاراجہ جودھپور کی بیٹی وغیرہ رانیاں اور مہارانیاں تھیں
مگر نورجہاں نے سب کے چراغ بے چراغ اور بے نور کر دئے تھے

بادشاہ کے کئی بیٹے تھے مگر سب سے چھوٹا خرم تھا یہی جوان ہو کر
بادشاہ ہوا چونکہ ابتدا ہی سے یہ شہزادہ ہونہار نظر آتا تھا آصف جاہ نے دور
اندیشی کی راہ سے دیکھ کر اس سے اپنی بیٹی کی شادی کردی تھی
نورجہاں کی بیٹی شیر افگن سے جو تھی اس کی شادی بادشاہ کے چوتھے بیٹے شہریار

سے ہو گئی تھی اب نور جہاں کو یہ فکر ہوئی کہ جہانگیر کے بعد کسی طرح شہریار ہی بادشاہ
ہو سکے، مہر پرور کہا جاتا ہے اس نے بھائی سے بھی کھٹک گئی خرم کی طرف سے بادشاہ
کے ایسے کان بھرے کہ اس کا لڑکا بھی شہریار کو مل گیا یہاں تک کہ باپ بیٹے کی لڑائی
کے ساتھ نوبت آ گئی ان لڑائیوں میں بادشاہ کی طرف سے مہابت خان نے خوب جوانمردی
مردانگی دکھائی تھی چنانچہ اب اس نے ایسا زور پکڑا کہ نور جہاں اور آصف جاہ دونوں
کے ہاتھ سے نکل گیا چونکہ دربار نور جہاں کی مٹھی میں تھا یہاں سے اسکے پے در پے حکم
احکام جاری ہونے شروع ہو گئے آخر حکم بھیجا کہ اپنے علاقہ سے چلے آؤ اور
حساب کتاب سمجھاؤ ناچار مہابت خان آیا مگر اپنی رفاقت میں ہزار راجپوت ایسے ہی لایا
جو اس کے نام پر سر کٹوانا اور مرنے ہی کو زندگی سمجھتے تھے بادشاہ کابل کو جاتے تھے
اور دریائے جہلم کے کنارے پر پڑے تھے جو حاضری کی اطلاع ہوئی حکم ہوا کہ
جب تک آصف جاہ کو حساب نہ سمجھا دو تب تک مجرا موقوف مہابت خان دو تین
چار دن تو ٹالا دوسرے دن دیکھا کہ بادشاہ حرم سرا میں مع چند خواصوں
اور خواجہ سراؤں کے رہ گئے ہیں آصف جاہ اور تمام لشکر پار اتر گیا ہے اسی وقت
پل اور گھاٹ کو روک خیموں کے گرد راجپوتوں کو پھیلا دیا اور خود گھوڑے پر سوار
ہو کر تفنگچیوں کے ساتھ بارگاہ کے دروازہ پر آن ٹھہرا حرم سرا میں غل مچ گیا بادشاہ
گھبرا کر باہر نکل آئے اور کہا کہ مہابت خان کیا کہتا ہے اس نے عرض کی کہ دشمنوں
کے ہاتھ سے جان بچا کر حضور کی پناہ میں آیا ہوں بعد اس کے تسلیم و تصدق ہوا
اور اسی وقت پالکی میں سوار کر کے خود گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے خیمہ میں لے گیا نذریں دیں
اور حبشیوں کو تصدق کیا اس وقت یہی خیال آیا کہ چونک گیا بیگم کو ساتھ لینا تھا چنانچہ
پھر بادشاہ کو سوار کر کے لایا مگر اس عرصہ میں وہ پار اتر گئی تھی ناچار شہریار کو پکڑ کر
نکال کر کے اپنے ڈیروں پر آیا اور وہیں بادشاہ کو اتار دیا۔

ادھر بیگم نے اٹھ کر بھائی کے ساتھ تمام سرداروں کو بہت سخت ملامت کی اور فوج
تیار کی یہاں بادشاہ کو بیگم یاد آئی ہر چند پیغام بھیجے کہ خبردار لڑائی کا ڈھنگ نہ ڈالنا

کیا عجب ہستی ناپائدار کا

اس کے بعد نور جہاں اور جہانگیر نے مدت تک عیش و نشاط میں زندگی بسر کی کابل میں پہنچ کر نور جہاں نے مہابت خان کی خوب خبر لی کابل میں بادشاہی سپاہیوں اور راجپوتوں میں جو مہابت خاں کے سپرد تھے کسی بات پر تلوار چل پڑی پھر تو ملک غیر تھا کچھ ایسی ابتری ہوئی تھی یہاں راجپوت کھانڈوں کی خوب گت ہوئی بہت سے مارے گئے بہت سے بھاگ کر پہاڑوں میں گھر گئے بہتیرے خراسان اور ترکستان میں غلام بن کر بک گئے ''

چند دن کے بعد شاہ کشمیر پہنچے مگر سردی کے باعث دمے کی پرانی بیماری نے عود کیا اور پھر ہندوستان کو پھرے جب مقام بھنبر کے نزدیک پہنچے تو بادشاہ کے قریب شکار کھیلنے بیٹھے قراول اور وہاں کے پہاڑی زمیندار ہرن وغیرہ شکاروں کو گھیر لاتے تھے سامنے ایک پہاڑ کی دھار تھی جب ہرن اس کی چوٹی پر آتا تو بادشاہ بندوق مارتے تھے وہ شکار گولی کھا کر قلابازیاں کھاتا نیچے جا پڑتا تھا ایک اجل رسیدہ نوکر ایک ہرن کو گھیر کر سامنے لایا مگر ہرن ٹھیک زد کے مقام پر نہ آیا بیچارہ خدمت کے جوش میں آگے بڑھا اتفاقاً پاؤں پھسل گیا پاس ایک چھوٹا درخت تھا سہارا دینے کے لئے اس پر ہاتھ مارا مگر وہ بھی ٹوٹ گیا اور یہ اجل کا شکار خود شکار کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا قلابازیاں کھاتا پہاڑ کی تہ میں جا پڑا کہ ہڈیاں چور چور ہو گئیں جہانگیر گھبرا کر اسی وقت حرم سرا میں آ گئے اور دمہ سے طبیعت بگڑنی شروع ہوئی یہاں تک کہ تیسرے دن اس جہان سے عالم جاودانی کو سدھارے ۶

جہانگیر از جہاں رفت

نور جہاں کی جہانداری کا دن بے نور ہو گیا بہت روئی بہت پیٹی بال نوچا بال کھسوٹے اور جس روز سیاہ کا اندیشہ برسوں سے تھا وہ وقت آ گیا آصف جاہ کو بلوا بھیجا کہ شہریار کے لئے تدبیر کرے مگر بھائی کو اپنے گھر میں

سلطنت لینی تھی اسپہ قسمت نے ان کو نظر بند کر لیا اور سب کی آمد و رفت بند کر دی نورجہاں بہت چالیں چلی مگر ایک پیش نہ گئی آخر رفتہ رفتہ بیٹھ رہیں گئی ؎

شاہجہاں نے دریا دلی سے پچیس لاکھ روپیہ کی جاگیر مقرر کر دی اور بہت عزت حرمت سے رکھا۔ مگر نور جہاں کی آنکھوں میں جہاں سیاہ تھا جیسے شوہر کے بعد جب تک زندہ رہی رنگین کپڑے نہ پہنے آخر بارہ برس کے بعد دنیا سے منہ موڑا اور شہر لاہور کے پاس خاوند کے مقبرہ کے پہلو میں دفن ہوئی ؎

خواب و خیال ہو گئیں ساری حکایتیں
احمد حسین خاں زمانہ بدل گیا

تمت تمام